

بھاجپا کی شاطرانہ پیش کش اور مسلم رد عمل

لیس اختر مصباحی

داڑ القلم، دہلی

تاکہ سُن دے

نومبر ۲۰۰۰ء کی مطبوعہ تحریر

بھاجپا (بھارتیہ جنتا پارٹی) اس وقت اپنی سیاسی زندگی کے دورا ہے پرکھڑی ہے۔

اس کے سامنے، دورا سے، ایک دوسرے کی مخالف سمت میں جا رہے ہیں۔

اور اسے، دونوں میں سے کسی ایک کا، انتخاب کرنا ہے۔

ایک شاہراہ، دہلی کے ایوان حکومت تک پہنچاتی ہے۔ دوسری گیڈنڈی، ناگ پور

(مہاراشٹر، انڈیا) کے نیکر دھاری کھیالیہ (آر، ایس، ایس، ہیڈ کوارٹر) تک لے جاتی ہے۔

بیک وقت، دونوں راستوں پر سفر کرنا، مشکل ہے۔

اسی الجھن اور کشمکش نے بھاجپا قیادت کی نیند، حرام، کرکھی ہے۔

۱۹۷۷ء سے ۲۰۰۰ء تک کے درمیان، جن سنگھ سے بھاجپا تک، اس نے کئی پتے

بدلے۔ کبھی ضم ہو کر، کبھی باہر رہ کر، کبھی اندر داخل ہو کر۔ اور اب ڈیڑھ درجن سیکولر پارٹیوں کی

مشروط حمایت، حاصل کر کے، سارے سیاسی حربے، اس نے آزمائے۔ لیکن، تقریباً بیس کروڑ

مسلمانوں میں سے کچھ فی صد مسلمانوں کو ساتھ لیے بغیر، بات بنتی ہوئی نظر نہیں آتی ہے۔

اس لئے نئے بھاجپا صدر، بنگارو کشنن نے اگست (۲۰۰۰ء) کے آخری ہفتے میں بھاجپا کے

قومی اجلاس، ناگ پور (مہاراشٹر) کو خطاب کرتے ہوئے ایک نیا سیاسی جال پھینکا ہے۔

اور بھاجپا نواز سیاسی طالع آزمائوں کو، سنہری موقع، فراہم کیا ہے کہ:

وہ، اس کے ذریعہ، مسلمانوں میں، گھس پیٹھ کر کے، چند فی صد ووٹ، ہموار کرنے کی کوشش

کرتے ہوئے آنے والے انتخابات میں، بھاجپا کے لئے مزید کامیابی کے امکانات، پیدا کریں۔

بھاجپا، مسلمانوں کے لئے، من حیث القوم، آج تک، اچھوت، رہی ہے۔

برسرِ اقتدار آنے اور مرکز کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد، انتہا پسند ہندو ووٹر بھی،

آج کل اس سے کچھ ناراض ہی چل رہے ہیں۔ کیوں کہ:

ان کی انتہا پسندانہ توقعات، اُس طرح پوری نہیں ہو پا رہی ہیں، جیسی، وہ، چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کو قریب کرنے کا اعلان، سُن کر وہ:

بھاجپا قیادت سے مزید ناخوش، بلکہ چراغ پا ہو گئے ہیں۔ جس کا اظہار، اتر پردیش کے

وزیر اعلیٰ، مسٹر، رام پرکاش گپتا اور آر، ایس، ایس لیڈر مسٹر، گووند آچاریہ کے بیانات سے ہو رہا ہے۔

اس کے ساتھ ہی، یوپی کے بھاجپا صدر، مسٹر کلراج مشرا ڈوڑکر، اجودھیا پہنچ گئے۔ اور

وہاں، انھوں نے سادھو سنتوں اور وشو ہندو پریشد و بجرنگ دل والوں کو، منانے کی کوشش کی۔

بھاجپا کا داغلی تضاد، یہ ہے کہ:

قیادت، کچھ اور سوچ رہی ہے اور عام بھاجپائی وکر، کچھ اور سوچ رہے ہیں۔ انھیں

”ہندوتوا“ کے نظریہ میں، کوئی سیاسی سردمہری اور مسلمانوں کی سیاسی قربت، کسی طرح، منظور نہیں۔

بھاجپا کے لئے، نرم گوشہ رکھنے اور حیلے حوالے سے، اس کی حمایت کرنے والے

بعض لوگ، مشورہ دے رہے ہیں کہ:

مسلمانوں کو، اپنی سوچ بدلنی چاہیے اور بھاجپا کی پیش کش کو ٹھکرانا، نہیں چاہیے۔“

ایسے لوگ، اگر، یہ کہتے کہ: بھاجپا کو، اپنا نظریہ اور اپنی سوچ بدلنے کے بعد ہی، مسلمانوں

سے ووٹ مانگنا چاہیے، تو، ان کی رائے، باوزن سمجھی جاتی۔

مسلمانوں کی سوچ، بالکل صحیح ہے۔ بھاجپا، جو کچھ ہے اور جیسی ہے، اس کے مطابق ہی

مسلمانوں کا، رد عمل بھی ہے۔ اور یہ، رد عمل، فطرت کے عین مطابق ہے۔

البتہ ”ہندوتوا“ کی نظریاتی بنیاد کے باوجود، مسلم ووٹ حاصل کرنے کی خواہش

کرنا، غیر فطری ہے۔ اور اس خواہش کی تکمیل کا، بظاہر، کوئی امکان نہیں۔

بھاجپا کھل کر، اپنا تبدیل شدہ نظریہ، واضح کرے، اپنے جارحانہ نظریات سے رجوع کرے،

اپنی مُفسدانہ و فرقت پرستانہ حرکتوں کے لئے پورے ملک سے معافی مانگے۔

آر، ایس، ایس سے اپنی نظریاتی وابستگی مکمل، ختم کرنے کا اعلان کرے، مدارس و مساجد

اور مسلم تاریخ پر حملوں کا سلسلہ، بند کرے، تناسب آبادی کے لحاظ سے، ہر شعبہ زندگی

میں، مسلمانوں کے ریزرویشن، یا۔ مناسب نمائندگی کی حمایت کا فیصلہ کرے۔

اس کے بعد، اسے بھی مسلم ووٹ، خود بخود، اسی طرح ملنے لگے گا۔ جیسے، دوسری بہت سی،

سیاسی پارٹیوں کو، ملتا چلا آ رہا ہے۔

اس کے لئے اسے اپنے آپ کو، اندر سے تیار کرنا ہوگا۔ اپنے لیڈروں اور وکرروں کو،

ذہنی اور عملی طور پر آمادہ کرنا ہوگا۔ تبھی، حالات، سازگار ہوں گے اور مسلمانوں کے لئے بھاجپا،

قابل قبول، سیاسی پارٹی، بن سکتی ہے۔

لیکن! سابقہ تجربات و مشاہدات، بتاتے ہیں کہ:

ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ نہ بھاجپا بدلے گی، نہ مسلمان بدلیں گے۔

انتخابی حکمت عملی کے تحت، بھاجپا، کچھ بھی کر لے۔ الیکشن جیتنے کے لئے مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں لانے کے لاکھ، جتن کر لے۔ مگر، اس کی لگام، ہمیشہ، آر، ایس، ایس ہی کے ہاتھ میں رہے گی۔ جو:

شاہکارانہ اور جارحانہ طریقہ سے ہندوستان میں ہندو راشٹر قائم کرنے کے خواب، دیکھ رہی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: بھاجپا، شاخوں اور پھول بتوں پر، پانی چھڑکتی رہے اور آر، ایس، ایس، نیز وشو ہندو پریشد جیسی تنظیمیں، مسلم وجود کو، اندر سے کھوکھلا کرنے کا، کام کرتی رہیں۔

ان سب چیزوں کو، تدبیر اور حکمت عملی کہا جائے گا۔ اور ایسی ہی سوچ، اس وقت ”ہندو راشٹر“ کے علم برداروں کے دل و دماغ میں، گردش کر رہی ہے۔

بھاجپا، ڈلٹ ووٹ پر، ایک مدت سے نظر جمائے ہوئے ہے۔

نومبر ۱۹۸۹ء میں، اجمودھیا کی متنازعہ زمین پر، شیلانیاس بھی، اس نے اسی مقصد سے پس ماندہ ذات کے ایک ہندو سے کرایا۔ اور اب اس نے ڈلٹ لیڈر، مسٹر بنگارو لکشمن کو، پارٹی کا صدر بھی اسی منصوبہ کے تحت، بنایا ہے کہ ڈلٹ ووٹ کو اپنی طرف، تیزی کے ساتھ، راغب کیا جاسکے۔ ۱۹۹۵ء میں، بہوجن سماج پارٹی کو حمایت دے کر، مایاوتی کو، یوپی کا وزیر اعلیٰ بنانے کے پیچھے بھی، اس کی یہی نیت تھی کہ:

اس بڑے صوبہ کے ڈلٹ ہندو، کسی طرح، قابو میں آگئے تو دوسرے صوبوں کے ڈلٹ بھی اس کے ساتھ، ہو جائیں گے۔ لیکن، ایسا کچھ، نہ ہو سکا۔ اور ساری پلاننگ، فیل ہو گئی۔

ڈلٹوں کے بعد، بڑے اہتمام کے ساتھ، بھاجپا کی نظر، اب مسلمانوں کی طرف، اٹھی ہے۔ مسٹر، بنگارو لکشمن نے ناگ پور میں پارٹی صدر کی حیثیت سے جو بیان پڑھا، اُسے شری، اٹل بہاری، واجپئی اور شری، ایل، کے، اڈوانی، خود، پڑھ کر منظوری، دے چکے تھے۔

اس بیان میں کہا گیا ہے کہ:

۱۹۹۹ء کے پارلیمانی الیکشن میں، بھاجپا کو توقع کے مطابق، زیادہ سیٹیں، اس لئے نہیں

مل سکیں کہ:

پارٹی، مسلم ووٹ، حاصل کرنے میں، ناکام رہی۔

اب مسلمانوں کو قریب کرنے کی ضرورت ہے۔ پارٹی وکر کروں کو چاہیے کہ:

مسلم مخلوق میں جا کر مسلمانوں سے براہ راست، رابطہ، قائم کر کے، انھیں اپنے ساتھ، ملائیں۔ سیکولر پارٹیاں، مسلم ووٹ بینک کا استعمال کرتی رہی ہیں۔ اگر، مسلمان، بھاجپا کے ساتھ آجائیں تو، انھیں، تحفظ دیا جائے گا۔ بھاجپا کے دور حکومت میں، ہر طرف، امن و امان ہے اور کہیں ہندو مسلم فساد نہیں ہو رہا ہے۔ سیکولر پارٹیاں، بھاجپا کو فرقہ پرست پارٹی کہہ کر، مسلمانوں کو، اس کے خلاف، ہمیشہ، بھڑکاتی رہی ہیں۔

بھاجپا، اس وقت، ملک کی سب سے بڑی پارٹی اور مسلمان، اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ ان دونوں، بڑی طاقتوں کے درمیان، دوری، ملک کے مفاد میں، نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس بیان سے، واضح ہے کہ:

انتخابی حکمت عملی کے تحت، مسلمانوں پر، جال پھینکنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کانگریس اور دیگر پارٹیوں کے خلاف، بھاجپا نے مسلم ووٹ بینک استعمال کرنے کا عرصہ دراز سے جو، پرو پگنڈہ کر رکھا تھا، اب، وہی کام، خود بھاجپا کرنے جا رہی ہے۔

ڈلٹ صدر کا چہرہ، آگے بڑھاتے ہوئے اس کے ذریعہ، مسلمانوں کا کچھ ووٹ حاصل کر کے، بھاجپا، اپنا وہ، کھیل کھیلنا چاہ، رہی ہے جس کا وہ، ایک مدت سے خواب دیکھ رہی ہے۔ مسلمانوں کی خوشامد، اور منہ بھرائی کا، دوسری پارٹیوں کو، طعنہ دینے والی بھاجپا، اب خود اسی راہ پر چلنا، چاہ رہی ہے۔

اسے اچھی طرح، سمجھ میں آ گیا ہے کہ: مسلمانوں کو، ساتھ لیے بغیر، کام نہیں بن سکتا۔

اقتدار اور کرسی کی لذت نے تلخی کو، شیرینی میں، تبدیل کر دیا ہے۔

دو تہائی اکثریت کی طلب نے اسے سب کچھ سمجھا دیا ہے کہ:

نعرے لگانے اور حکومت کرنے میں، کتنا فرق ہے؟ اور حکمرانی کے آداب اور تقاضے، کیا ہوتے ہیں؟

اصول و نظریات اور کرسی و اقتدار کی کشمکش نے، اس وقت بھاجپا کو، سنگین بحران سے دوچار، کر رکھا ہے۔

امن و امان کا جہاں تک سوال ہے، تو، ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کے بعد، دو تین ماہ تک

کانگریسی دور حکومت میں جو کچھ ہوا، وہ ساری دنیا جانتی ہے۔

اس کے بعد، مرکزی و صوبائی سطح پر مجموعی طور سے آج تک، امن وامان ہی رہا۔

صوبوں میں الگ الگ پارٹیوں کی حکومت رہی۔ مرکز میں کانگریس، یونائیٹڈ فرنٹ، اور پھر، بھاجپا کی حکومت، قائم ہوئی۔ کوئی بڑا ہندو مسلم فساد، کہیں نہیں ہوا۔

۶ دسمبر ۱۹۹۲ء اور ۱۲ مارچ ۱۹۹۳ء کے حادثوں اور ہنگاموں و فسادوں نے پورے ملک کو اس طرح، سراسیمہ اور دہشت زدہ کر رکھا ہے کہ:

اب، کوئی فریق، کہیں بھی، فساد کا نام ہی نہیں لے رہا ہے۔

البتہ، بھاجپائی حکومت، اس وقت، شدت کے ساتھ، ہندوستان بھر میں:

”اسلامی دہشت گردی“ کا، ہوا کھڑا کر رہی ہے۔

اتر پردیش کے مشرقی اضلاع میں، اسے عربی مدارس، آئی، ایس، آئی کے، اڈے۔

اور مسلم نوجوان، اس کے ایجنٹ، نظر آ رہے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کو، بدنام کر کے، اسے بند کرنے کی فرقہ پرستانہ سازش، کسے نہیں معلوم ہے؟ یونیورسٹی انتظامیہ کو، اعتماد میں لیے بغیر، گھس پیٹھ کرنے اور آئی، ایس، آئی کے نام پر، دارو گیر کا سلسلہ، ابھی چل ہی رہا ہے۔

پہلے، ٹاڈا لگا کر، جس مسلمان کو، جہاں چاہا گیا، وہاں پکڑ کر، اسے آہنی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا تھا۔ اور، اب، جسے، جی میں آیا، کسی مسلمان کو پکڑ کر، اس کے سامان میں، پانچ سو روپے کے جعلی نوٹ، یا، کچھ آر، ڈی، ایکس وغیرہ، رکھ کر، مقدمات کی زنجیروں میں جکڑ، دیا جا رہا ہے۔

مسلم نوجوانوں کو، مشکوک و مشتبہ اور مسلم اداروں و تنظیموں کو، آئی، ایس، آئی کے مراکز، سمجھنے کا آج، جو، ذہن کا فرما ہے، اس سے کون، واقف نہیں ہے؟

اور، یہ کس کی پروپیگنڈہ مشنری کی، کارستانی ہے؟

بھاجپا کو، فرقہ پرست کہے جانے کا جہاں تک، سوال ہے تو، یہ:

صرف الزام نہیں، بلکہ ایسی کھلی ہوئی حقیقت ہے جسے ہر سیاسی شعور رکھنے والا ہندوستانی اور خود، ہر بھاجپائی لیڈر بھی اچھی طرح جانتا اور اس پر، یقین رکھتا ہے۔

بھاجپائیوں کا نظریہ اور عمل، خود، ان کی فرقہ پرستی کی دلیل اور ثبوت ہیں۔

”ہندوتوا“ کا پرچار۔ نسلی جارحیت پر فخر۔ بابر کی اولاد۔ ہندی، ہندو، ہندوستان۔

”بھارت میں، گر، رہنا ہوگا، وندے ماترم“ کہنا ہوگا۔ ہندو راشٹر کی راجدھانی، دہلی۔

اردو، ودیشی زبان ہے۔ ہم، پانچ، ہمارے، بچپس۔ الگ کلچر اور الگ پرسنل لاء نہیں چلے گا۔

اجودھیا، کاشی، مٹھرا کی مسجدیں، ہمارے حوالہ کر دو۔

یہ، اور اس جیسے دوسرے نعرے، کون لگاتا ہے؟ بابری مسجد، کس نے شہید کی ہے؟ مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں، اور قبرستانوں میں، جگہ جگہ، مداخلت اور حملے کون کرتا ہے؟

مسلمان اور ان کی یادگاروں کو، غیر ملکی، کون، کہتا ہے؟

ایسی ذہنیت رکھنے والوں کو، فرقہ پرست نہیں تو اور کیا کہا جائے؟

آخر، فرقہ پرستی، کس چڑیا کا نام ہے؟

اتر پردیش و مہاراشٹر وغیرہ کی بھاجپائیونٹیں اور عام بھاجپائی و رکرس، اپنی قیادت کے اس نئے رخ سے پشیمان و پریشان اور نالاں ہیں۔

مسلم ووٹ حاصل کرنے کی، یہ کوئی پہلی کوشش نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی مسلمانوں سے اس طرح کی اپیلیں، بھاجپا کی جانب سے کی جاتی رہی ہیں۔ لیکن! اس بار، کچھ زیادہ وضاحت اور چاہت کے ساتھ، فدیہ و یا نہ گزارش کی گئی ہے۔ جو، انتہا پسند ہندو عناصرو، اس نہیں آرہی ہے۔

وشو ہندو پریشد کے انٹرنیشنل سکریٹری، شری، پروین تو گڑیانے جے پور، راجستھان میں، اس کے خلاف بولتے ہوئے کہا کہ:

بھاجپا بھی، کانگریس کی راہ پر، چل پڑی ہے۔“

ممبئی میں، شری، بال ٹھاکرے نے کہا:

بھاجپا، چاہے، ”ہندوتوا“ کو چھوڑ دے۔ مگر، شیوسینا، ہندوتوا کو، نہیں چھوڑ سکتی ہے۔“

شری، گووند آچاریہ نے کہا کہ:

ہندوتوا، بھاجپا کا، ایسا نظریہ ہے، جس سے پارٹی، کبھی دست بردار نہیں ہو سکتی۔“

یوپی کے بھاجپائی وزیر اعلیٰ، شری، رام پرکاش گیتا کا رد عمل ہے کہ:

بنگال و کشمیں کا، یہ ذاتی بیان ہے۔ بھاجپانے ایسی کوئی تجویز، پاس نہیں کی ہے۔“

سب سے حیرت انگیز بات، یہ ہوئی کہ:

ستمبر (۲۰۰۰ء) کے دورہ امریکہ میں، شری، اٹل بہاری، واجپئی نے نیویارک میں،

وِشو ہندو پریشد اور سادھوؤں کے ایک اجتماع کو، خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

”میں، پہلے، سویم سیوک ہوں، اس کے بعد، پردھان منتری ہوں۔ پردھان منتری نہیں رہوں گا، جب بھی سویم سیوک رہوں گا۔ اور مجھ سے، میرا یہ حق، کوئی بھی چھین نہیں سکتا۔“

ایک سادھو نے کہا کہ: حکومت کو، اکثریت کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے، رام مندر، بنانا چاہیے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے، واجپئی نے کہا:

”اکثریت کے بل پر، جو کام کیے جاسکتے ہیں، وہ،

ہم نے اکثریت سے محروم رہتے ہوئے بھی کیے ہیں۔

جب ہمیں، دو تہائی اکثریت مل جائے گی تو، ہم، اپنے، سپنوں کا بھارت، بنائیں گے۔“
اس پروگرام میں، شری، اشوک سنگھل، جنرل سکریٹری، وِشو ہندو پریشد، اور مہنت آدتیہ ناتھ جیسے، کٹر وادی ہندو لیڈر بھی، شریک تھے۔

ہندوستان میں، نہیں، بلکہ امریکہ میں، شری، اٹل بھاری، واجپئی نے اپنی سنگھی ذہنیت کا اعلان کیا۔ ایسا پروگرام کرانے اور خود اس میں شرکت و تقریر کرنے کی، واجپئی کو، نہ جانے کیا ضرورت، پیش آگئی تھی؟

ساری دنیا کی توجہ، جس وقت، اس دورہ امریکہ کی طرف، مبذول و مرکوز تھی، اُس وقت، سویم سیوک صاحب کو، اپنے سنگھی سپنوں کے بھارت کا نعرہ، بلند کرنے کی،

معلوم نہیں، کیسی جلدی، آ پڑی تھی؟

ویسے، معلوم تو، ہر شخص کو، یہی ہے کہ:

سنگھیوں کے سپنوں کا بھارت، ہندو راشٹر ہی ہے۔

جس کے حصول کی خواہش و اُمنگ کو، یہ سنگھی، چھپائے، نہیں چھپا پارہے ہیں۔

اور جب بھی اس کا اُٹھار، چڑھ جاتا ہے، وہ، اپنے دل کا راز، اُگل دیتے ہیں۔

بھگوارنگ دیکھتے ہی اپنا اصلی رنگ، ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور اپنوں کی محفل میں آتے ہی،

اپنے سینوں کے دَینے، باہر نکال کر، ان پر، صیقل گری، شروع کر دیتے ہیں۔

واجپئی کے ”سویم سیوکیت“ کے اعلان پر، مرکزی حکومت میں شامل، سیکولر پارٹیاں

مُہر، بہ بلب ہیں۔ اب تک کوئی احتجاج و تبصرہ، ان کی طرف سے، سامنے نہیں آیا۔

”خفیہ ایجنڈہ“ پر، چڑھا ہوا خول، اُتر گیا۔ مگر، یہ پارٹیاں، پتھرائی ہوئی آنکھوں سے:

ہندو تو ا کے عفریت کو، دیکھنے کے سوا، کچھ نہیں کر پارہی ہیں۔

شری، بنگارو لکشمن (صدر بھاجپا) کے بیان سے انتہا پسند ہندوؤں کی ناراضی، محسوس کرتے ہی، واجپئی نے انھیں باور کرا دیا کہ:

آپ، کسی اضطراب و تشویش میں، ہرگز، مبتلا، نہ ہوں۔ ہمیں، کرنا، وہی ہے جو، سنگھ کا منصوبہ ہے۔ اور پہنچنا، وہیں ہے جو، اس کی منزل ہے۔ اور جس کے لئے ہم سب:

ایک لمبی مدت سے جدوجہد میں مصروف ہیں۔

لیکن! ذرا، رُک جائیں۔ دُرتوں اور مسلمانوں کو، ساتھ، ملا کر پارلیمنٹ میں، دو تہائی اکثریت حاصل کر لینے دیں۔ پھر، دیکھیں کہ:

ہم، کتنی تیزی کے ساتھ، ”ہندو راشٹر“ کی شکل میں،

اپنے سپنوں کا بھارت بناتے ہیں اور ”ہندو تو“ کے پرچم کا، بول بالا کرتے ہیں۔

ہندوستانی میڈیا نے جیسے ہی، واجپئی کے بیان پر، انگشت نمائی کی، ویسے ہی،

انھوں نے اپنے بیان کا، وہ مطلب بتانا شروع کیا، جو:

”صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں“ کا عکاس اور آئینہ دار ہے۔

لیکن! حقیقت، یہ ہے کہ صحیح مطلب، وہی ہے:

جسے، امریکہ سے ہندوستان تک کے سارے ہندوستانیوں نے اچھی طرح سمجھا اور انھیں، اپنی سمجھ پر، پورا بھروسہ اور یقین بھی ہے۔

شری، بنگارو لکشمن کے بیان کے پس پردہ، جو عزائم، کارفرما ہیں، انھیں بھی، سارے ہندوستانی

مسلمان، بخوبی، سمجھ رہے ہیں۔ غیر مسلم بھی اس بیان کا، وہی مطلب سمجھ رہے ہیں جو سمجھنا چاہیے۔

چنانچہ، انگریزی کے صفِ اوّل کے صحافی، کلڈیپ ٹیر، اس بیان پر، اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”یہ ساری باتیں، صرف ووٹ اور اقتدار کے لئے ہیں۔

اگر، بی جے پی، خلوص نیت کے ساتھ، مسلمانوں کو، اپنے ساتھ جوڑنا چاہتی ہے تو:

سب سے پہلے، وہ، آراء، ایس، ایس سے اپنا ناطہ توڑے۔

اور اس پر اپنی شرمندگی کا باضابطہ اعلان کرے کہ:

بابری مسجد، گرا کر، اس نے ہندوستان کی تاریخ اور سیکولر ازم کا قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔

بنگار و لکشمی کو، چاہیے کہ:

جو، مسجد مندر کا مسئلہ ہے۔ مسلم پرسنل لا ہے۔ دفعہ ۳۷ ہے۔

باضابطہ اعلان کریں کہ:

یہ سب، ہمارے ایجنڈے میں، نہیں ہیں۔ اور نہ کبھی، انہیں اپنے ایجنڈے پر، لایا جائے گا۔

تب تو سمجھا جائے گا کہ:

واقعی، سیاست نے کروٹ لی ہے۔ ورنہ، بُرے وقت میں، بھلا کسے، خدا یا دنیوں آتا ہے؟

(ہفت روزہ، نئی دنیا۔ نئی دہلی۔ شمارہ ۲۶ ستمبر تا ۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

شری، نرسمہا راؤ کے آخری دور حکومت میں، کانگریس کی طرف سے ایک مہاشے جی نے مسلمانوں کو، ورغلانے اور کانگریس کو، ووٹ دلانے کی جوہم شروع کی تھی اور چند لوگوں کو اپنی اس مہم میں جس طرح، شریک کر لیا تھا، اُسی انداز سے آج کل بھی، ایک سلسلہ شروع کیے جانے کی تحریک، بھاجپاتی حلقوں میں چل رہی ہے۔

اور، انہیں لوگوں کی خدمات، واچپٹی و بنگاروں نے بھی، حاصل کر لی ہیں۔

ایسے لوگ، اندر باہر سے بھاجپا کی وکالت پر آمادہ و کمر بستہ ہیں۔ اور بھاجپا کو بھی، آزمانے اور اسے ایک موقع دینے کی، مسلمانوں کو ترغیب دینے کی قیمت، وصول کر رہے ہیں۔

کانگریس اور دیگر سیکولر پارٹیوں نے، نصف صدی سے مسلمانوں کا مسلسل استحصال کیا ہے۔ ان کی تعلیم و تجارت و معیشت کا دائرہ، تنگ کیا ہے۔ الیکشن کے وقت، سبز باغ، دکھایا ہے۔ الیکشن، جیتنے کے بعد، مسلمانوں کو، بے آب و گیاہ صحرائیں، یکہ و تہا چھوڑ دیا ہے۔

انہیں پنپنے اور جڑ جمانے سے روکنے کی عتیارانہ سازشیں کی ہیں۔ جانی و مالی نقصان اور فساد و ہنگامہ کا، دیدہ و دانستہ ماحول پیدا کیا ہے۔ اور مسلمانوں کو، بے بسی و بے کسی اور تباہی و بربادی کی آگ میں، بار بار جھونک کر، وحشیانہ و سنگدلانہ تبسم، زیر لب کا مظاہرہ کیا ہے۔

یہ سب تاریخی حقائق اور روشن صداقتیں ہیں۔ جو، دن کے اُجالے کی طرح، ہر ہندوستانی مسلمان کو، نظر آتی ہیں۔ اور انصاف پسند غیر مسلم بھی، موقع موقع سے ان کا اعتراف اور اعلان کرتے رہتے ہیں۔

لیکن! بھاجپا، ان ساری چیزوں میں شریک ہونے اور ان کے لئے راہ، ہموار کرنے کے علاوہ، کچھ اور بھی چاہتی ہے۔ اور اس کی سرشت و خمیر، ان پارٹیوں سے کافی مختلف ہے۔

جس سے مسلمان، اچھی طرح، واقف ہے اور اس کے قریب جانے سے ہمیشہ، گریز کرتا رہا ہے۔

بے اصول و بد عنوان، جس طرح، ساری پارٹیاں ہیں، اُسی طرح، بھاجپا بھی ہے۔ کرسی کے لئے، داؤ پیچ اور مختلف حربے، جس طرح، ساری پارٹیاں، آزماتی اور خوش کن وعدے کرتی ہیں، وہی کام، بھاجپا بھی کرتی ہے۔

محض سیاسی پارٹی ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو سبھی پارٹیاں، یکساں ہیں۔ بالخصوص مسلمانوں کو فریب دینے اور انہیں، بے دست و پا کرنے میں، کوئی پارٹی، کسی سے کم نہیں۔ انداز اور طریقہ کار، اگرچہ، جدا جدا ہے۔

ہاں! کچھ بنیادی فرق بھی ہے، اور وہ، یہ ہے کہ:

بھاجپا و شیو سینا کی طرح، مسلمانوں کے خلاف، دیگر سیاسی پارٹیاں، اپنے بیانات و اعلانات میں، زہر نہیں اُگلتی ہیں۔

مسلمانوں کو، بدیشی، نہیں کہتی ہیں۔ بھاجپا کی طرح، گرد و گولوا لکر کے اس نظریہ کا اعلان نہیں کرتی ہیں کہ:

مسلمان اور عیسائی، غیر ملکی ہیں اور ان کی جڑیں کہیں اور پیوست ہیں۔ وہ، یا۔ تو، ہندو رسم و رواج اور تہذیب و تمدن کو اپنالیں یا۔ صرف مہمان کی حیثیت سے ہندوستان میں رہیں۔ اپنے لئے حقوق کا کوئی مطالبہ، نہ کریں۔

دیگر پارٹیاں، بھاجپا کی طرح، کھلے عام، اجودھیا، کاشی، متھرا کی مساجد کو، مندر میں تبدیل کرنے کا مطالبہ، نہیں کرتی ہیں۔

”ہندو تو“، کا بھگوا جھنڈا، نہیں لہراتی ہیں۔ اور ہندو راشٹر بنا کر، مسلمانوں کے خلاف، جارحانہ عصبیت کا طویل المیعاد منصوبہ، ان کے سامنے نہیں ہے۔

اور آخری بات، یہ ہے کہ:

بھاجپا کے علاوہ، کسی دوسری سیاسی پارٹی کی ٹیکل، راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر، ایس، ایس) کے ہاتھ میں، نہیں ہے۔

وہ، آر، ایس، ایس، جس کا ۱۹۲۵ء میں قیام ہوا اور ہیڈ کوارٹر، وساؤر کر، اور گرد و گولوا لکر جیسے انتہا پسند ہندو جس کے روح رواں، رہ چکے ہیں۔ جس کا کوئی ممبر و عہدہ دار، غیر ہندو نہیں ہو سکتا۔ اور ٹکرو و سولینی، جیسے ظالم و نسل کش حکمران، جس کے آئیڈیل (نمونہ عمل) ہیں۔

بھاجپائی لیڈر، بار بار، اعلان کر چکے ہیں کہ:

ہم نے اپنے ایجنڈے چھوڑے، نہیں ہیں۔ بلکہ، صرف، عارضی طور پر، انہیں، ملتوی کیا ہے، اور جب، پارلیمنٹ میں، ہماری اکثریت اور ہماری حکومت ہوگی، اُس وقت، ہم، اپنا ایجنڈا، ضرور، لاگو کریں گے۔

جب، پارلیمنٹ میں، ہماری، دو تہائی اکثریت ہوگی تو، ہم، ایک قانون بنا کر، رام جنم بھومی کے راستہ کی ساری رکاوٹیں، دور کر دیں گے۔ اور وہاں، رام مندر بنا کر، دم لیں گے۔“

اس وقت، بھاجپا کی جو حلیف پارٹیاں ہیں، انہیں، مسلمانوں نے ووٹ دیا ہے اور بعد میں یہ پارٹیاں، اس کی حلیف بنی ہیں۔ یا۔

پہلے سے کوئی حلیف تھی جب بھی مقامی حالات و مصالح کے تحت، اسے کچھ ووٹ، دے دیا ہے۔ مگر، بھاجپا کو، کہیں بھی، مسلمانوں نے ووٹ نہیں دیا۔ کہیں، دو چار فیصد کسی بھاجپائی امیدوار کو، ووٹ ملا بھی ہو تو وہ، مقامی اسباب و وجوہ کے تحت ملا ہوگا۔

براہ راست، بھاجپا کو ووٹ، نہ دینے کا عمل اور تسلسل بتا رہا ہے کہ:

مسلمان، اس بھاجپا کی آر، ایس، ایس نوازی و فرقہ پرستی کی وجہ سے اسے قبول کرنے کے لئے، کہیں اور کسی دور میں تیار نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی وہ کسی قیمت پر، اسے، ووٹ دینا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کا، یہ عمل اور رویہ، بالکل صحیح اور حق بجانب ہے۔ کیوں کہ:

بھاجپا جو کچھ ہے اور اس کی جو نظریاتی حقیقت ہے وہ، مسلمانوں کی نظر میں ہے۔ جس سے، ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت برتنے اور اسے نظر انداز کرنے کو، تیار نہیں۔

قومی حمیت و غیرت اور بیدار مغزی و دوراندیشی کا یہی تقاضا ہے۔ اور مسلمانوں کو، اپنے اس اٹل موقف سے ہٹنا اور انحراف کرنے کے بارے میں سوچنے کی کوئی وجہ اور کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

سوال، مسلمانوں کے بدلنے اور اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے کا، نہیں ہے۔ بلکہ، خود بھاجپا پر، اس کی ذمہ داری، عائد ہوتی ہے کہ وہ، اپنے آپ کو اور اپنے نظریات کو بدلے۔

اگر، وہ، اندر سے بنیادی تبدیلی لاتی ہے تو پھر، راستہ اپنے آپ ہموار ہو جائے گا اور مسلمانوں کو، بدلتے دیر نہیں لگے گی۔ کیوں کہ:

ساری پارٹیاں، تقریباً، ایک جیسی ہیں۔ سب کے اندر، ہندوؤں ہی کا غلبہ و تسلط ہے۔

جس طرح، ہر پارٹی کو وہ، کھل کو ووٹ دیتے ہیں، اُسی طرح، بھاجپا کو بھی، ووٹ دینے

لگیں گے۔ اس میں انہیں کسی تکلف اور جھجک کا احساس بھی نہیں ہوگا۔

بھاجپا، مسلمانوں کو تحفظ دینے کی پیش کش کر رہی ہے۔

خوف سے آزاد سماج کا نعرہ، اسی مقصد سے بلند کیا جا تا رہا ہے۔

تحفظ کا، یہ جال تو وہی ہے جس میں کانگریس، چالیس (۴۰) سال تک، مسلمانوں کو الجھاتی رہی ہے۔ اور دیگر سیکولر پارٹیاں بھی، مسلمانوں پر، یہی جال، پھینکتی چلی جا رہی ہیں۔

نصف صدی سے مسلمانوں سے، اس کے علاوہ، اور کیا کہا جا رہا ہے کہ:

ہم، آپ کا تحفظ کریں گے۔ حالانکہ مسلمانوں کی محافظ، یہ پارٹیاں، نہ ہیں اور نہ ہی ہو سکتی ہیں۔ مسلمانوں کا محافظ تو صرف، اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔

اور اسی کی نصرت و حمایت پر، مسلمانوں کو، بھروسہ بھی ہے۔

مسلمانوں کو، ان سیاسی پارٹیوں سے کچھ چاہیے، تو:

صرف، اور صرف ”اقتدار میں شرکت اور مفادات میں حصہ داری۔“

اس کے علاوہ، ساری باتیں، فضول ہیں۔

تناسب آبادی کے لحاظ سے، انہیں ہر شعبہ حیات میں، حصہ ملنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، کسی پارٹی سے مسلمانوں کا کوئی مطالبہ، نہیں ہے۔

مرکز میں برسرِ اقتدار آنے کے بعد، بھاجپا، اندرونی طور پر، تیزی کے ساتھ، زوال پذیر ہوئی ہے۔ وشنو ہندو ویشد اور نجرنگ دل جیسی انتہا پسند تنظیمیں، اس سے بد دل اور:

مایوس ہو رہی ہیں کہ وہ، کرسی کے لئے اپنے ہندو ایجنڈے کے ساتھ، سرد مہری، برت رہی ہے۔

اس لئے ناگ پور سے اس نے ایک تیر چلا کر، اس سے کئی شکار کرنے کا حربہ آزمایا ہے کہ

مسلمان، جب، اس کی دعوت و کوشش کے باوجود، اس کے قریب نہیں آئیں گے تو:

اعتدال پسند ہندوؤں کی حمایت و ہمدردی، اسے بڑی تعداد میں، حاصل ہو جائے گی۔

ان سے بھاجپا کہہ سکے گی کہ، دیکھیے:

ہم، تو مسلمانوں کو، بلارہے ہیں۔ مگر، وہ، ہماری اپیل، ٹھکرارہے ہیں۔

یہ مقصد بھی ہے کہ اس کوشش سے چند فیصد مسلم ووٹ کا اضافہ ہو جائے تو، دنیا کو:

یہ باور کرایا جائے کہ ہم، فرقہ پرست نہیں ہیں۔، ہم، سب کو اپنے ساتھ لے کر، چل رہے

ہیں۔ ہمارے خلاف، خواہ مخواہ کے الزامات لگا کر، ہمیں، بدنام کرنے اور فرقہ پرست کہہ کر

ہم سے مسلمانوں کو، دور، رکھنے کی سیاست، کی جا رہی ہے۔ حالاں کہ:
ہم، بڑے کھلے دل و دماغ کے ہیں۔ ہم، بڑے لبرل اور سیکولر ہیں۔
ایک مدت تک، بھاجپا، اقتدار کے لئے جدوجہد کرتی رہی ہے۔
اور کافی محنت کے بعد، کسی طرح، جوڑ توڑ کر کے، اسے اقتدار حاصل ہوا۔ اور اب وہ،
اپنے اقتدار کے استحکام کی تدبیریں، سوچ رہی ہے۔

اور اس کے لئے اس نے تاریخ میں پہلی بار، ایک دلالت کو، اپنا صدر بنایا۔ اور:
اس کے منہ میں اپنی زبان رکھ کر، اس سے مسلمانوں کو، قریب لانے کا بیان، دلایا۔
یہ سوچی سمجھی اسکیم، اور سیاسی حکمت عملی ہے۔ بھاجپا کا نظریہ، نہیں، بدلا ہے۔
بلکہ، اس کی، صرف، زبان، بدلی ہے۔

نظریاتی روح، آر، ایس، ایس کی ہے اور جسم، بھاجپا کا ہے۔ روح کے بغیر، جسم کا وجود
اور اس کی زندگی، باقی نہیں رہ سکتی۔ اس حقیقت سے، دنیا کا ہر انسان، واقف ہے۔
عارف بیگ اور سکندر بخت، جیسے سینئر بھاجپائی لیڈر، اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔
مختار عباس نقوی، جیسے ننگ مسلم، لیڈروں کو، اس انجام سے عبرت، حاصل کرنی چاہیے۔
جس لیڈر کے ساتھ، اس کی قوم، نہ ہو، اس کی سیاسی عمارت، ”ریت محل“ جیسی ہوتی ہے۔
جسے ہوا کا تیز جھونکا، اپنے ساتھ، اڑا لے جاتا ہے۔ اور اس کے ذڑے، پکھر کر،
صحرا میں جا بجا، منتشر ہو جاتے ہیں۔

چند بدنام اور مفاد پرست لوگوں کو، اپنے ساتھ لے کر، بھاجپا کبھی مسلم ووٹ نہیں پاسکتی۔
حرص و طمع کے اسیر چہروں، اور اپنی دنیاوی غرض کے لئے کسی بھی چوکھٹ کی:
جبین سائی کرنے والوں کو، مسلمان، خوب، جانتے پہچانتے ہیں۔
اور ایسے لوگوں کا انجام بھی، سب کے سامنے ہے کہ:
وہ، گھر کے ہوتے ہیں، نہ گھاٹ کے، ہوتے ہیں۔

بھاجپا کی شاطرانہ پیش کش اور چکنی چپڑی باتیں، مسلمانوں کے حلق سے، اترنے والی نہیں۔
اس کے نظریات، جگ ظاہر ہیں۔ اس کے سینے میں، آر، ایس، ایس کا دل، دھڑک رہا ہے۔
اس کی عیارانہ سیاست سے، خون آشام عزائم اور مسموم خیالات کا تعفن، پھوٹ رہا ہے۔
اس کی صورت، جانی پہچانی، اور اس کا کردار و عمل، جانچا پرکھا ہے۔

اور ہر دانا و بینا مسلمان، میدان زندگی کے اس آزمودہ نسخہ کو، اچھی طرح، جانتا ہے کہ:
آزمودہ را، آزمودن، بھل ست۔ آزمائے ہوئے کو آزمانا، جہالت و نادانی ہے۔
ان کی ہر آبادی اور جیتے جاگتے انسان کے ذہن سے، لمحہ بہ لمحہ، یہ صدا آرہی ہے کہ:
چھپا کر، آستیں میں بجلیاں، رکھی ہیں گردوں نے
عنادل، بارغ کے، غافل نہ بیٹھیں، آشیانوں میں
(ماہنامہ کنزالایمان، دہلی۔ شمارہ رجب و شعبان ۱۴۲۱ھ نومبر ۲۰۰۰ء۔ ص ۵۴۹۔
تاص ۵۵۹۔ نقوش فکر، مطبوعہ دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)
☆☆☆

یونس اختر مصباحی

داڑ القلم، قادری مسجد روڈ،

ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

09350902937

مؤرخہ

۳۰ رجب ۱۴۳۷ھ

۸ مئی ۲۰۱۶ء۔ بروز یک شنبہ